

چین کے مسلمان

ماضی، حال، مستقبل

عبدالغفار عزیز

حضرت عثمانؓ بن عفان نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی قیادت میں پہلا قافلہ چین بھیجا۔ انھوں نے چینی باشندوں کے علاوہ شاہ چین کو بھی خلیفہ سوم کا پیغام پہنچایا۔ ان کی وہاں موجودگی کے دوران میں پہلی بار چین کی فضاؤں نے تکبیراتِ اذان سنیں۔ پھر ۹۵ ہجری میں مسلمان قائد تھیہ بن مسلم الباہلی نے سرزمین چین کو نو اسلام سے متعارف کروایا اور ۲۳۲ ہجری میں تو سلطان ستوق بوگرہ خان خود مسلمان ہو گیا۔ بارہویں صدی کا تاریخ دان جمال قارشی اپنی کتاب تاریخ کاشغر میں لکھتا ہے کہ بخارا کے ایک متمول تاجر نصر کی سلطان کاشغر سے دوستی ہو گئی۔ سلطان نے اسے کاشغر کے مضافاتی قصبہ ارش میں مسجد تعمیر کرنے کی اجازت دی۔ سلطان کا بھتیجا ستوق اکثر اس مسجد اور وہاں وسطی ایشیا سے آنے والے تجارتی قافلوں کو دیکھنے آیا کرتا۔ مسجد میں نماز پڑھتے اور منظم صورت میں رکوع و سجود کرتے مسلمانوں کو دیکھ کر اس کے دل میں اسلام کے بارے میں مزید جاننے کا اشتیاق پیدا ہوا اور جلد ہی اسلام قبول کر لیا۔ اپنے چچا کے بعد وہی سلطان بنا اور پورے خطے میں اسلام عام کرنے کا ذریعہ بھی۔ ۹۵۵ عیسوی میں ستوق بوگرہ خان کا انتقال ہوا تو ارش ہی میں مدفون ہوا اور آج تک لوگ سلطان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے جاتے ہیں۔

ریاستِ مدینہ سے آنے والے وفود، مسلمانوں کے تجارتی قافلوں کی پے در پے آمد، ان کے حسنِ سلوک اور حسنِ عبادت اور سلطان ستوق جیسے مخلص حقیقت شناسوں کے ذریعے اسلام کا تعارف چین کے دُور دراز علاقوں تک جا پہنچا۔ آج آپ چین کے کسی شہر میں چلے جائیں، صدیوں

پرانی مساجد ان سجدہ ریز پیشانیوں کا تعارف کرواتی دکھائی دیتی ہیں۔ ۷ ہزار کلومیٹر لمبی دیوار چین سے باہر واقع کاشغر، ارچچی، ختن اور ارش جیسے شہروں ہی میں نہیں خود بیجنگ، شنگھائی اور شانسی جیسے تاریخی شہروں میں بھی، مسلمان اپنے خالق اور ختم الرسلؐ کی محبت دل میں سجائے، قرآن و کعبہ کی زیارت اپنی سب سے بڑی سعادت گردانتے ہیں۔ چین میں لنگ شانامی ایک علاقہ ایسا بھی ہے جسے چھوٹا مکہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کہ وہاں مسلمانوں کی تعداد و تناسب غیر معمولی ہے۔

جمہوریہ چین ہمارا پڑوسی ہی نہیں، انتہائی قابل اعتماد اور ہر آزمائش پر پورا اُترنے والا دوست ہے۔ چین نے پاکستان کی مدد کرنے اور علاقائی و عالمی مجالس میں ہمارے قومی مفادات کی تنہائی کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا، کسی دشمن کے سامنے ہمیں تنہا نہیں چھوڑا۔ پاکستان کی تعمیر و ترقی میں اسی طرح ہاتھ بٹایا ہے جیسے اپنے ہی کسی علاقے کی تعمیر و فلاح کا کام ہو۔ مسلم دنیا کے ساتھ بھی چین کے روز افزوں تعلقات اور دوستی عالمی تناظر میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ او آئی سی کے ۵۷ رکن ممالک میں سے ۵۵ کے ساتھ اس کے سفارتی و تجارتی تعلقات ہیں۔ عالم اسلام سے مضبوط تر ہوتے ہوئے یہ تعلقات اس امر کے متقاضی ہیں کہ چین اور مسلم دنیا کے مابین کوئی اختلاف پیدا نہ ہونے دیا جائے۔ وجہ نزاع بن سکنے والے ان تمام اسباب کا ازالہ کر دیا جائے کہ دشمن بالخصوص امریکا اور بھارت جس جلتی پر تیل ڈالتے ہوئے اضطراب و اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

چین میں بسنے والے کروڑوں مسلمان اس دوستی میں خیر کے لاتعداد پہلو لا سکتے ہیں، مزید تعاون کے لیے مضبوط بنیادیں فراہم کر سکتے ہیں، لیکن یہی مضبوط بنیادیں خدا نخواستہ بہت سی غلط فہمیوں بلکہ مشکلات کا سبب بھی بنائی جاسکتی ہیں۔ جولائی کے آغاز میں وقوع پذیر ہونے والے افسوس ناک واقعات اس حقیقت کی اہمیت کو مزید اجاگر کر رہے ہیں۔ اصل سوال یہ نہیں کہ کتنے قتل ہوئے؟ ۱۹۷۰ یا ۴۰۰۰؟ دونوں اعداد و شمار میں زمین آسمان کا فرق ہے اور مبالغے کا پورا امکان موجود ہے۔ لیکن اگر چینی حکومت کی بتائی ہوئی تعداد ہی درست تسلیم کر لیں، تب بھی ۱۹۷۰ افراد کا قتل معاملے کی سنگینی واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہاں یہ بحث بھی ضروری نہیں کہ قتل ہونے والے کس نسل یا مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ چینی حکومت کا موقف ہے کہ ان میں سے ۱۴۰ افراد ہان نسل سے تعلق رکھنے والے غیر مسلم تھے، تب بھی انسانی جانوں کا قتل کسی صورت نظر انداز نہیں

کیا جاسکتا۔ پھر یہ تعداد تو صرف جان سے گزر جانے والوں کی ہے، زخمیوں اور گرفتار شدگان کی تعداد یقیناً ہزاروں میں ہے۔ یہ امر بھی معلوم حقیقت ہے کہ یہ ہنگامے اور خون ریزی پہلی بار نہیں ہوئی۔ گزشتہ عشرے ہی میں متعدد مواقع ایسے آئے کہ جب علاقے میں غیر معمولی ہنگامے اور جھڑپیں بھڑک اٹھیں اور بڑی تعداد میں انسانی جانیں ان کی نذر ہوئیں۔

مکمل غیر جانبداری سے، صرف معاملے کو سمجھنے کے لیے جائزہ لیں تو درج ذیل اہم پہلو سامنے آتے ہیں: چینی حکومت اور ترکی النسل اوئیگور آبادی کے درمیان اختلافات سرسری یا وقتی نہیں، ان کی ایک طویل تاریخ ہے۔ طرفین اپنے اپنے طور پر تاریخی حقائق پیش کرتے ہیں اور انھی کی روشنی میں اپنے موقف کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔ اختلافات اتنے عمیق و کثیر ہیں کہ علاقے کے نام سے شروع ہو کر زبان، ثقافت، مذہب، آبادی کے تناسب، نسلی انتساب اور مستقبل کی صورت گری، ہر بات پر شدید حساسیت ہے۔ چین اس پورے علاقے کو اپنا اہم صوبہ قرار دیتا ہے جسے سکینگ، شنجیانگ یا شجنان کہا جاتا ہے، جب کہ طرفِ ثانی اسے مشرقی ترکستان کہنے پر مصر ہے۔ وہ ۲۰۰۴ قبل مسیح سے خطے میں اوئیگور ریاست کی بنیادیں پیش کرتا ہے اور تاریخ کے سفر میں متعدد بار ریاست مشرقی ترکستان کے وجود کے دلائل پیش کرتا ہے۔ ان کے بقول وسطی ایشیا کی ترکی النسل ریاستیں بھی اسی ترکستان کا حصہ تھیں اور مغربی ترکستان کہلاتی تھیں۔ ۱۸۶۸ء میں ان پر روس نے قبضہ کر لیا، جب کہ مشرقی ترکستان جو ۱۷۵۸ء سے چینی بادشاہوں کی قلم روم میں چلا گیا تھا، ۱۸۶۳ء سے یعقوب بیگ کی حکمرانی میں اپنی علیحدہ ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے عثمانی خلیفہ سلطان عبدالعزیز خان کو اپنا سرپرست تسلیم کر لیا۔ ۱۸۷۶ء میں چینی افواج نے ترکستان پر اپنا اقتدار قائم کر لیا اور اس وقت اس کا نام سکینگ یا شجنان رکھ دیا گیا جس کا مطلب تھا: ”نیا صوبہ یا نئی سرحد“ (چینی تفسیر کے مطابق اس کا مطلب ہے وہ پرانا خطہ جو پھر سے مادر ارضی ہے آن ملا)۔ ۱۹۳۳ء میں یہاں پھر آزاد ریاست کا اعلان کر دیا گیا لیکن تین ہی ماہ میں چین اور روس نے مل کر اس کا خاتمہ کر دیا (چینی موقف کے مطابق مقامی قبائل نے اس کا خاتمہ کر دیا)۔ ۱۹۴۴ء میں پھر اسلامی جمہوریہ مشرقی ترکستان کے قیام کا اعلان کر دیا گیا جو اکتوبر ۱۹۴۹ء میں اس وقت تک باقی رہی جب پینل لہیشن آرمی نے انڈونیشیا کی قیادت میں چین کی بنیاد رکھی۔

مشرقی ترکستان کی یہ تاریخ بیان کرنے والے اس امر کا بھی خصوصی ذکر کرتے ہیں کہ ماؤ کی قیادت میں چین کی سوشلسٹ حکومت نے ہمارے علاقے کی خصوصی حیثیت برقرار رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ اکتوبر ۱۹۵۵ء میں اس علاقے کا سرکاری نام Xinjian Uygur Autonomous Region (اویگور سکیناگ کا خود مختار علاقہ) رکھا گیا اور بعد میں ۴ دسمبر ۱۹۸۲ء کو جاری ہونے والے چین کے موجودہ دستور میں بھی ہماری یہ علاقائی خود مختار حیثیت برقرار رکھی گئی۔ چین کے دستور میں علاقائی خود مختاری ہی نہیں، علاقے کے لوگوں کے مذہب و ثقافت کی حفاظت اور آزادیوں کی بھی ضمانت دی گئی ہے اور یہی امر مسائل کے حل کے لیے اُمید کی اصل بنیاد فراہم کر سکتا ہے۔

چینی حکومت بھی اسی دستوری بنیاد پر مبنی موقف رکھتی ہے۔ اس کے بقول: ہم نے گزشتہ ۶۰ برس میں پوری آبادی کی بلا استثناء خدمت کی ہے۔ تعمیر و ترقی کا سفر تیز تر کیا ہے اور کوشش کی ہے کہ اویگور یا کسی بھی نسلی گروہ کے ساتھ امتیازی سلوک نہ برتا جائے۔ یہی مذہبی تقسیم تو ہم اس تقسیم کی بنیاد پر معاملہ ہی نہیں کرتے، ہمارے لیے سب شہری یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ سکیناگ میں صرف اویگور ہی نہیں ۴۷ دیگر قومیں بستی ہیں جن میں اویگور، ہان، قازق، منگولین، ہوئی یا خوئی، قرغیز، تاجک، تاتاری، روسی اور دیگر کئی نسلی اکائیوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شامل ہیں۔ اگرچہ اویگور اکثریت رکھتے ہیں لیکن تمام نسلیں مل جل کر رہتی چلی آ رہی ہیں۔ اسی طرح اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب جیسے بدھ ازم اور تاؤ ازم وغیرہ کے پیروکار بھی یہاں کے باسی ہیں اور سب باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ چین کے سرکاری موقف میں اس بات کا بھی نمایاں ذکر کیا جاتا ہے کہ ۱۶ویں صدی کے چغتائی دور میں بالآخر اسلام نے اکثریتی مذہب ہونے کے ناطے بدھ ازم کی جگہ لے لی لیکن ان کے بقول یہ مذہبی اکثریت گاہے بے گاہے تبدیل ہوتی رہی۔

چین کی سرکاری دستاویزات میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ چین نے سکیناگ کو زبردستی نہیں بلکہ ۲۵ ستمبر ۱۹۴۹ء کو پُر امن طور پر آزاد کروایا۔ سکیناگ کے عوام نے جنرل وانگ ژان کی قیادت میں آنے والی چینی افواج کا خود آگے بڑھ کر خیر مقدم کیا۔

انہی چینی دستاویزات کے مطابق مشرقی ترکستان کی اصطلاح کا استعمال ۱۹ویں صدی کے اوائل میں صرف جغرافیائی نشان ذہی کے طور پر جب کیا گیا تھا جب روس کے زیر اقتدار سمرقند کے

علاقے کو مغربی ترکستان اور سنکیانگ کے علاقے کو مشرقی ترکستان کہا گیا، لیکن ۲۰ ویں صدی کے آغاز میں علیحدگی پسندوں کے ایک مختصر گروہ نے مشرقی ترکستان کی آزادی کا نعرہ بلند کیا۔ تب سے لے کر اب تک مختلف اوقات میں بیرونی قوتوں کے ایما پر مشرقی ترکستان اور اس کی علیحدگی کی بات کی جاتی ہے۔ حالیہ جولائی کے خون ریز واقعات کے بارے میں بھی چین کے ذمہ داران یہی کہتے ہیں کہ ایک فیکٹری کے مزدوروں کے جھگڑے کو بیرونی طاقتوں نے نسلی اور مذہبی لڑائی کا رنگ دے دیا ہے۔ امریکا میں موجود مختلف تنظیمیں بالخصوص اوپیکور انٹرنیشنل کانگریس اس کے لیے کوشاں ہے۔

عربی کا ایک محاورہ ہے: صَدِّقُكَ مَنْ صَدَّقَكَ لَا مَنْ صَدَّقَكَ ”تمہارا اصل دوست وہ ہے جو تم سے سچ بولے نہ کہ وہ جو بس تمہاری ہاں میں ہاں ملائے“۔ اس محاورے کے تناظر میں اور پاکستان کے حقیقی دوست چین کے ساتھ کامل ہمدردی اور اخلاص رکھتے ہوئے اس اہم موقع پر چند گزارشات ضروری ہیں۔ چین کو کھلے دل اور کامل انصاف و غیر جانب داری سے اس علاقے کے عوام کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس بات کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنا چاہیے کہ گزشتہ عرصے میں اس اضطراب میں مسلسل اضافہ کیوں ہو رہا ہے۔ ۵ جولائی کے افسوس ناک واقعات کے بعد اس صورت حال کا سرسری جائزہ لینے سے جو شکایات سامنے آ رہی ہیں، اہل علاقہ کے الفاظ میں ان میں سے چند ایک بلا کم و کاست یہ ہیں:

● چین علاقے میں مسلم اکثریت کو کم کرنے کے لیے دیگر علاقوں سے ہان نسل کی آبادی کو یہاں لا کر بسا رہا ہے اور اوپیکور کے علاوہ دیگر ترکی النسل آبادی کو یہاں سے منتقل کر رہا ہے۔ ان زبردستی لے جائے جانے والوں میں زیادہ تعداد نوجوانوں کی ہے اور ان میں سے بھی زیادہ تناسب بچیوں کا ہے۔

● چینی دستور میں علاقائی زبانوں کو تحفظ دیا گیا ہے لیکن اوپیکور زبان جو آج بھی عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ خود ترکی میں اتاترک کی طرف سے ۱۹۲۸ء میں عربی حروف ممنوع قرار دیے جانے کے باوجود یہاں اس کا رسم الخط وہی رہا۔ لیکن چینی حکومت مختلف طریقوں سے ہماری زبان ختم کر رہی ہے۔ ہمارے بچوں کو بھی یہ زبان نہیں پڑھائی جاسکتی۔

● چینی دستور کے تحت ۲۰ میں ۱۹۸۰ میں چینی زبان کو تعلیم کے لیے استعمال کرنے کی اجازت دی گئی ہے

لیکن ہمیں عملاً بہت پابندیوں کا سامنا ہے۔ ۱۹۵۸ء کے سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سکیتانگ میں ۲۹ ہزار ۵ سو ۲۵ مساجد تھیں۔ ان کے اخراجات مساجد کے اوقاف، زکوٰۃ اور عطیات وغیرہ سے پورے کیے جاتے تھے۔ زرعی اصلاحات کے نام پر وہ اوقاف ضبط کر لیے گئے اور ہزاروں کی تعداد میں مساجد بند کر دی گئیں۔ ۲۰ سال سے کم عمر کے بچوں کے مسجد داخلے پر اور ۱۸ سال سے کم عمر کے بچوں کو دینی تعلیمات دینے پر پابندی لگا دی گئی۔ بچیوں کے حجاب پر پابندی لگا دی گئی۔ سڑج میں رکاوٹیں ڈالی گئیں اور خاص طور پر سکیتانگ سے حجاج کی تعداد نہ ہونے کے برابر کر دی گئی۔ پوری آبادی کے پاسپورٹ یا تو ضبط کر لیے گئے یا ان کے مقابل خطرہ رقم ضمانت کے طور پر رکھی جاتی ہے تاکہ کوئی اپنے طور پہ حج کے لیے نہ چلا جائے۔ یہ اور اس طرح کی سنگین شکایات کی فہرست مزید طویل ہو سکتی ہے لیکن معاملے کو سمجھنے کے لیے اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

فرض کریں اور اللہ کرے کہ مذکورہ بالا تمام تر شکایات بے بنیاد اور جھوٹی ہوں۔ اس صورت میں چینی حکومت کا فرض ہے اور یہ کام بہت آسان ہو جاتا ہے کہ دنیا کو اصل صورت سے آگاہ کرے۔ چین دنیا بھر سے حقوق انسانی کے اداروں، بالخصوص عالم اسلام کے غیر سرکاری علما اور اعتماد پسند جماعتوں کے وفد کے دورے کروائے تاکہ وہ نہ صرف اپنی آنکھوں سے حقیقی صورت حال دیکھ لیں بلکہ اس طرح کے الزامات لگانے اور جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے عناصر کو بھی دنیا کے سامنے بے نقاب کر سکیں۔ اوپر مذکورہ شکایات اور ان کے علاوہ بھی کئی سنگین اطلاعات پورے عالم اسلام میں وسیع پیمانے پر عام ہو رہی ہیں۔ مسلم دنیا کے لیے سکیتانگ کی چین سے علیحدگی کی تحریک میں کوئی اپیل نہیں پائی جاتی لیکن چین اور بالخصوص سکیتانگ میں بسنے والے مسلمانوں کی صورت حال کے بارے میں اس وقت گہری تشویش کی لہر پائی جاتی ہے۔ اکا دکا مضامین، خبریں اور بیانات تو پہلے بھی آتے رہتے تھے لیکن جولائی کے خونیں واقعات پر دنیا کے ہر کونے میں گفتگو ہو رہی ہے۔ ترکی میں تو باقاعدہ مظاہرے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے یہ عالمی وفد مقامی آبادی کو مطمئن کرنے کا ذریعہ اور سبب بھی ہوں گے اور عالم اسلام کے سامنے بھی حقیقت حال واضح کرنے کا ذریعہ بنیں گے۔

خداوندِ عالم! اگر شکایات الزامات حقیقت ہیں تو ان کا فوری مداوا نہ صرف اہم ہے بلکہ

ناگزیر و ضروری بھی۔ یہاں یہ حقیقت بھی سامنے رہنا چاہیے کہ کسی ملک کے اندرونی مسائل میں مداخلت کا حق نہ کسی کو دیا جاسکتا ہے اور نہ طلب کیا جاسکتا ہے لیکن دین و مذہب کی آزادی ایک ایسا بنیادی اور جذباتی مسئلہ ہے کہ وہ از خود متعلقہ مذہب کے ہر فرد کو براہ راست مخاطب و متاثر کرتا ہے۔ انسانی تاریخ میں کتنے ہی ایسے میوڑ آئے ہیں کہ مذہبی جذبات کے انگیزت کرنے سے پاسا پلٹ گیا۔ گائے اور سور کی چربی لگے کار تو سوں کی حکایت ہی دیکھ لیجیے کہ جنہیں استعمال کرنے سے پہلے دانتوں سے پھیلنا پڑتا تھا حالانکہ لشکری یا مسلمان تھے یا پھر ہندو۔

سکیانگ، شجیانگ، شجیانگ یا مشرقی ترکستان، معدنی، زرعی اور جغرافیائی اعتبار سے انتہائی اہم علاقہ ہے۔ یہاں تیل کے ذخائر کا اندازہ ۸ ارب ٹن لگایا گیا ہے۔ اب بھی روزانہ پیداوار ۵۰ لاکھ ٹن ہے۔ ۶۰۰ ملین ٹن کوئلہ نکالا جاتا ہے۔ ۳۰ مقامات سے قدرتی گیس نکالی جاتی ہے۔ یہاں دنیا کی اعلیٰ ترین نسل کا یورینیم پایا جاتا ہے جس کی چھ کانوں سے پیداوار جاری ہے۔ اس کے علاوہ سونے اور قیمتی پتھروں کی بڑی مقدار پائی جاتی ہے۔ صرف اسی ایک صوبے کا رقبہ چین جیسے وسیع و عریض ملک کا چھٹا حصہ ہے اور ساڑھے ۱۶ لاکھ مربع کلومیٹر سے متجاوز ہے، یعنی فرانس جیسے ملک سے تین گنا بڑا۔ کل رقبے میں سے ساڑھے چھ لاکھ مربع کلومیٹر صحرائی علاقہ ہے اور ۹۱ ہزار مربع کلومیٹر جنگلات ہیں، جب کہ زرعی زمین بھی انتہائی زرخیز ہے۔ ۴۰ بڑے دریاؤں اور ۱۲ جھیلوں کی صورت میں وافر پانی دستیاب ہے۔ اس کی ۵۶۰۰ کلومیٹر طویل سرحدیں ۸ ممالک سے ملتی ہیں۔ ہمہ پہلو اہمیت کے اس علاقے کا امن و استحکام صرف چین ہی نہیں پورے خطے کے امن و استحکام اور تعمیر و ترقی کے لیے ناگزیر ہے اور چینی حکومت سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ حقیقی امن و استحکام، عوام کو مطمئن کرنے سے ہی لایا جاسکتا ہے۔ زور بردستی، لاوے کی آتش فشاں میں مزید اضافہ ہی کرتی ہے۔ خطے کے مسلمانوں کو بھی اس بارے میں واضح اور حقیقت پسندانہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ کیا ان کا اصل مقصد اپنے دین و ثقافت کی حفاظت، مذہبی آزادیاں اور بنیادی حقوق کا حصول ہے یا مجرد علیحدگی کا نعرہ بلند کرنا۔ اگر ان کے پیش نظر پورے چین میں مسلمانوں کے مفادات اور ان کا روشن مستقبل رہے تو یقیناً منزل بھی آسان ہوگی اور خطے کے بارے میں ان تمام عالمی سازشوں کو بھی ناکام بنایا جاسکے گا جو مسلمانوں سے دوستی نہیں چین سے دشمنی کی بنیاد پر آگے بڑھائی جاسکتی ہیں۔